جمہوریت: خالص یہودی ایجاد

(2) ریشنلائزیشن کا دوسرا طریقہ ڈیموکریٹائزیشن (Democratization) ہے۔اس کا مفہوم ہے معاشرت کو اور بطور خاص سیاست کو عامی بنانا۔اس کا مطلب نہ تو قطعاً آمریت کا خاتمہ کرنا ہے اور نہ عوام الناس کی رائے کا احترام کرنا، بلکہ اس کا مطلب ہے معاشرے کے ذہین، صاحب علم اور ذمہ دار افراد یعنی اسلامی اصطلاح میں اہل الرائے اور اہل فتویٰ کو بے دخل کر کے ایک ایسی عامی، عوامی یا جمہوری تنظیم قائم کرنا جس کے پردے میں یہودی ساری دنیا پر اپنی آمریت قائم کر سکیں۔ڈیموکریٹائزیشن کا نصب العین ڈیموکریسی یعنی آج کل کی اصطلاح میں جمہوریت قائم کرنا ہے جو ریشنلزم کی دوسری بنیادی شرط ہے۔ جمہوریت کا نعرہ بظاہر بڑا دلکش، سحر انگیز اور معقولیت پر مبنی ہے۔غریب اور امیر برابر ہوں، جاہل اور عالم یکساں ہوں، نہیں بلکہ جہلاء، علماء اور عوام، امیروں پر بھی سبقت لے جائیں۔ ہر انسان کے حقوق مساوی ہوں۔ ہر انسان انسان ہے، اس لیے اسے اپنی حکومت، اپنی قوم اور اپنے ملک کے معاملات میں حصہ ملنا چاہیے۔کوئی مذہب، کوئی سیاسی نظام، کوئی عدل اور کوئی انصاف اس حق کو چھین نہیں سکتا۔یہ تمام باتیں اپنی جگہ بڑی وقیع ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے پیچھے ایک فیصد حقیقت بھی نہیں۔ایسے سبز باغ ہیں جن کے پھل کا مزہ آج تک کوئی چکھ نہیں سکا۔اگر جمہوریت کی ابتدا اور اس کے پس منظر کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یورپ کے بادشاہ عرصہ دراز تک یہودیوں کو اپنا کھلونا بنا کر استعمال کرتے رہے۔کبھی ان سے دولت چھین کر انہیں ملک بدر کر دیا۔کبھی عوام کو اکسا کر اُنہیں مروادیا۔کبھی انہیں مذہبی جنون کی آڑ میں لوٹ لیا۔ طاقت کے ان خود سر علمبرداروں کے ہوتے ہوئے یہود کے لیے کہیں جائے امان نہ تھی۔البتہ ایک صورت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کارگر ہو سکتی تھی کہ چند طاقتور افراد کے بجائے طاقت ان چند لوگوں کے ہاتھوں میں آ جائے جنہیں اپنی طاقت کا علم ہی نہ ہو۔ اگر ایک کے بجائے ایک لاکھ یا ایک کروڑ انسانوں میں بادشاہت کے حقوق تقسیم ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ یہود کی باز پرس کرنے والا کون ہوگا؟ وہ تجارت، علم اور دولت سے لوگوں کے ذہنوں، مزاجوں اور معاشرے کو بدل دیں گے۔ وہ روپے سے ووٹ خرید سکیں گے اور منتخب نمایندوں سے جو کام لینا چاہیں، لے سکیں گے۔ یہودی سوچ کے اس فیصلے نے ''جمہوریت'' کا سنگ بنیاد رکھا اور انہوں نے بادشاہت کے منصب کو خاک میں ملا کر ''جمہوریت'' نامی متبادل سیاست پیش کی۔ اب انہیں ہر جگہ شہری حقوق حاصل ہو گئے۔ جمہوری ممالک کی فضا ان کے حق میں سازگار بن گئی اور وہ مطلق العنان حکمرانوں کے ہاتھوں اپنے کرتوتوں کی سزا پانے سے محفوظ ہو گئے۔ جمہوریت کا نام ایسا چلا کہ آج اس کے خلاف بولنا جہالت اور پسماندگی کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔ جمہوریت اس وقت مقبول ترین طریقۂ حکومت اور ساری دنیا کا سکۂ رائج الوقت ہے جبکہ درحقیقت یہ نظام حکومت نہ کسی عقلی کسوٹی پر پورا اترتا ہے، نہ عملاً مفید ثابت ہوا ہے، نہ فطری طور پر درست ہے۔ اسے یہودی دماغوں نے گھڑا ہے اور یہ ان کے تسخیر عالم کے منصوبے کی سب سے اہم کڑی ہے۔ اس کو بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے عالمِ اسلام سے خلافت اور عالمِ کفر سے بادشاہت کا خاتمہ کیا اور ساری دنیا پر اپنے غلبۂ کلی کے لیے راہ ہموار کی۔ شروع شروع میں اس طرزِ حکومت کو مقبول بنانے کے لیے دنیا کو یہ نعرہ دیا گیا کہ یہ ایک ایسا طرزِ حکومت ہے جس میں ''عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام میں سے'' ہوگی، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے کٹر جمہوری ممالک میں ایک دن کے لیے بھی یہ نعرہ صادق نہیں آ سکا۔ یہ پُرفریب نعرہ دھوکے اور سراب کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ ایسا خواب ہے جو دیکھتے تو سب ہیں لیکن اس کی تعبیر کسی کو نہیں مل سکتی۔ اس موقع پر اگر ہم یہودی دانشوروں کے ترتیب دیے گئے منصوبوں کے خاکے پر نظر ڈالیں تو حیرت انگیز انکشافات سامنے آتے ہیں جن کا جاننا جمہوریت کے سائے میں پروان چڑھنے والے نئی نسل کے ان مسلمانوں کے لیے بہت ضروری ہے جو خلافت کے

نام سے بیزار اور بادشاہت کو گالی سمجھتے ہیں، اس لیے ذرا تفصیل سے اس نظام کے مختلف گوشوں پر صہیونی داناؤں کی مشہور زمانہ خفیہ دستاویزات کی مدد سے روشنی ڈالتے ہیں۔ان مخفی دستاویزات میں سے جن کی کل تعداد چوبیس ہے، دسویں دستاویز کا مرکزی عنوان ہے ''اقتدار کی تیاری'' ذیلی عنوانات ''عام رائے دہندگی اور جمہوریتوں کا آغاز'' سے شروع ہوکر ''فرمانروائے عالم کا اعلان'' پر ختم ہوتے ہیں، (قارئین اسی سے سمجھ سکتے ہیں کہ جمہوریت اگر دنیا پر قائم رہی تو اسکا انجام کس موڑ پر جا کر ہوگا) آیئے! جمہوریت کے پُرفریب نظام کو ترتیب سے دیکھتے ہوئے چلتے ہیں۔سب سے پہلے درج ذیل اقتباس کے ذریعے یہ ملاحظہ فرمایئے کہ اس نظام حکومت کو کس طرح اور کس مقصد کے لیے ایجاد کیا گیا:

''مطلق اکثریت، چونکہ صرف تعلیم یافتہ متمول لوگوں کے ووٹ دینے سے حاصل نہیں کی جاسکتی، اس لیے اس مقصد کے حصول کے لیے ہم ہر فرد کو اس کے طبقے اور تعلیم کے امتیاز کے بغیر ووٹ دینے کا حق دلوائیں گے اور اس طرح ہر فرد میں اپنی اہمیت کا احساس اُجاگر کر کے ہم غیر یہود میں خاندان کی اہمیت اور تعلیم کی قدر و قیمت ختم کر دیں گے اور کسی فرد کی اس امکانی صلاحیت کو کہ وہ کوئی اختلافی رائے دے سکے، مفلوج کر دیں گے۔عوام، جن کی قیادت ہمارے ہاتھ میں ہوگی ایسے افراد کو آگے آنے کا موقع نہیں دیں گے اور ان کی بات سننے کے روادار نہیں ہوں گے۔عوام ہماری بات سننے کے عادی ہو چکے ہوں گے اور ہم ہی ان کی اطاعت اور توجہ خرید سکیں گے۔اس طرح ہم ایک کور چشم اور ناعاقبت اندیش عظیم قوت پیدا کریں گے جو کبھی بھی اس قابل نہیں ہو سکے گی کہ ہمارے گماشتوں کی رہنمائی کے علاوہ جنہیں ہم نے عوام کا قائد بنایا ہے، کسی اور کی رہنمائی قبول کرے۔لوگ صرف ان ہی کی رہنمائی قبول کریں گے چونکہ انہیں باور کرا دیا گیا ہوگا کہ ان کی معاشی فلاح، خوشحالی اور حقوق کے حصول کا انحصار انہی قائدین پر ہے۔حکومت کی منصوبہ بندی صرف ایک فرد کو کرنی چاہیے۔اگر اس منصوبہ بندی میں بہت سے دماغ شامل ہو جائیں تو اس پر کبھی بھی کامیابی سے عمل درآمد نہیں کیا جاسکتا۔''

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(دسویں دستاویز، جمہوریتوں کا آغاز:116)

اب اگلے اقتباس کو پڑھیے جس سے جمہوری نظام حکومت کا غیر فطری، غیر معقول اور غیر مفید ہونا بخوبی واضح ہوگا:

''انہوں نے (یعنی غیر یہودیوں نے) کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ عوام بصیرت سے محروم ہوتے ہیں اور اس لیے جو لوگ ان عوام میں سے منتخب ہو کر حکومت کرنے کے لیے آئیں گے وہ بھی رموز مملکت سے اتنے ہی نابلد ہوں گے جتنے کہ وہ عوام جنہوں نے انہیں منتخب کیا ہوگا۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ رموز مملکت کا ایک ماہر خواہ وہ کتنا ہی بیوقوف کیوں نہ ہو پھر بھی حکومت کرسکتا ہے، اس کے برخلاف کوئی عام شخص خواہ کتنا ذہین کیوں نہ ہو اس میں امور مملکت سمجھنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوسکتی۔ ان تمام امور پر غیر یہود کی توجہ گئی ہی نہیں۔''

(پہلی دستاویز، نئی اشرافیہ:83)

شریعت اسلامیہ نے حکومت کرنے کا حق اور نظام مملکت کے مرکزی اختیارات فردِ واحد یعنی خلیفۃ المسلمین کو دیے ہیں اور اس کو منتخب کرنے کا اختیار اہل علم واصحاب بصیرت کو دیا ہے۔ اگر تغلب سے بھی کوئی خلافت قائم کر دے تو اس کی خلافت کو منعقد مانا گیا ہے، کیونکہ وہ طوائف الملوکی یا جاہلوں کے منتخب کردہ کاٹھ کے الوؤں سے بہر حال بہتر ہے۔ یہودیت نے اس اسلامی نکتۂ نظر پر کاری وار کرتے ہوئے ''طاقت کا سرچشمہ'' عوام کو قرار دیا اور یوں نظام خلافت کے تار پود بکھیر کر معاشرے کے خسیس افراد کے ہاتھ میں زمام کار دے دی۔ عوام کے منتخب کردہ ان نمائندوں کی رذالت اور سفلہ پن کا مظاہرہ آج کل اسمبلی اور سینیٹ کے اجلاس کے دوران بخوبی ہوتا رہتا ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ خود یہ نظام وضع کرنے والوں کے نزدیک عوام کو حکمراں کے انتخاب کا حق دینا کس قدر ضرررساں اور خلیفۃ المسلمین کا وجود کس قدر ضروری اور مفید ہے۔

''منصوبے کے عملی پہلوؤں کی تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہمیں عوام کی کمینہ خصلت، ان کی سہل انگاری، تلون مزاجی اور ان کی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اپنی زندگی کے حالات اور اپنے نیک و بد کو سمجھنے کی صلاحیت کے فقدان سے پورا فائدہ اُٹھانا ہے۔ ہمیں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی ہے کہ عوام کی طاقت کور چشم، بے شعور اور منطق سے عاری ہوتی ہے اور ہر وقت کسی اشارے کی منتظر۔ اسے جس سمت میں بھی چاہیں موڑا جا سکتا ہے۔

اگر کوئی نابینا کسی دوسرے نابینا کی قیادت میں چلتا ہے تو اس کے ساتھ خود بھی خندق میں گر جاتا ہے۔ اسی طرح عوام کے کور چشم اور ناعاقبت اندیش ہجوم میں سے جو افراد اوپر اُبھر کر آتے ہیں خواہ کتنے ہی ذہین کیوں نہ ہوں چونکہ ان میں سیاسی شعور اور ادراک نہیں ہوتا، وہ اپنے پیچھے چلنے والی پوری قوم کو لے ڈوبتے ہیں۔"

(پہلی دستاویز، بنیادی اصول:80)

یہودیوں کی برپا کردہ جمہوریت نامی سازش سے پہلے دنیا میں دو ہی نظام حکومت ہوتے تھے: خلافت اور بادشاہت۔ دونوں میں اختیارات کا ارتکاز فردِ واحد کے ہاتھوں میں ہوتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ نظامِ خلافت میں اقتدارِ اعلیٰ آسمانی تعلیمات کا پابند ہوتا جبکہ بادشاہی نظام میں ایسی کوئی پابندی نہ تھی۔ یہودیوں نے جمہوریت کا غلغلہ بلند کر کے ان دونوں نظاموں کو ختم کر دیا۔ اب دنیا بھر میں یہودیوں کا دیا ہوا "عوامی طرزِ حکومت" رائج ہے جو ان کے مفادات کا نگہبان ہے البتہ جہاں انہیں اس نظامِ حکومت سے خطرہ نظر آنے لگتا ہے وہاں وہ اب بھی خودمختار بادشاہتوں کو قائم و دائم رکھنے کے لیے کوشاں ہیں۔ راقم کا اشارہ خلیجی ریاستوں کی طرف ہے، جہاں کے حکمرانوں کا انتخاب عوامی انتخاب کے بغیر قدیم ملوکیت کے طرز سے ہوتا ہے، لیکن مغربی دنیا اس پر معترض نہیں، اس کے برعکس ساری دنیا کے ممالک کی امداد اور تجارتی معاہدے وغیرہ جمہوری نظامِ حکومت اپنانے کے ساتھ مشروط ہیں۔ اس فرق کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ خلیج میں یہودی مفادات کے پاسبان حکمران اسی قدیم طرزِ حکومت سے ہی میسر آ سکتے ہیں۔

حال ہی میں اُردن کے حکمران شاہ حسین کے جانشین شاہ عبداللہ کا انتخاب اس

بہترین مثال ہے۔ ان ممالک میں جمہوری قدروں کے رواج پا جانے سے اندیشہ ہے کہ مغربی اقوام اور یہودیوں کے مفادات کو ٹھیس نہ پہنچے، کیونکہ وہاں دینی روایات کی جڑیں اس قدر گہری ہیں اور دینی حلقوں کا شعور اس قدر قوی ہے کہ وہ یہودیوں کے مطلب کے آدمی کو آگے نہیں آنے دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں جمہوریت شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن مغربی ممالک کے ان کے ساتھ تعلقات پر آنچ نہیں آتی جبکہ یہی ممالک دنیا بھر میں کسی بھی ملک کے ساتھ روابط کی بنیاد جمہوریت کے ہونے یا نہ ہونے پر رکھتے ہیں اور مارشل لا تک کو برداشت نہیں کرتے۔

آیئے! یہودیوں کی خفیہ دستاویزات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ یہودی نظامِ خلافت و بادشاہت کے اس قدر دشمن اور جمہوریت کے حامی کیوں تھے۔

پہلی دستاویز میں ایک جگہ درج ہے:

''صرف وہی فرد جسے بچپن سے ہی آزاد حکمراں بننے کی تربیت دی گئی ہو، ان الفاظ کے معنی سمجھ سکتا ہے جن سے سیاسی ابجد کی تدوین ہوتی ہے۔

اگر کسی قوم کی قیادت شروع ہی سے عوام میں سے ابھرنے والے ان کم ظرف اور چھچھورے افراد کے حوالے کردی جائے تو ان کی آپس کی مخاصمانہ کشمکش، طاقت اور اقتدار کے لیے رسہ کشی اور اس کے نتیجے میں برآمد ہونے والی بدنظمی اس قوم کو جلد ہی تباہی کے کنارے پر پہنچا دیتی ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ عوام کا غیر منظم مجمع اطمینان اور سکون کے ساتھ سوچ سمجھ کر اور بغیر چھوٹی چھوٹی رقابتیں درمیان لائے ہوئے درست فیصلے کر سکے؟ کیا وہ کسی بیرونی دشمن سے اپنا دفاع کر سکتا ہے؟ کیا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس منصوبے کا کیا حشر ہوگا جسے مختلف دماغ اپنے اپنے طریقے سے چلانے کی کوشش کر رہے ہوں؟ ایسا منصوبہ یقیناً ناقابل فہم اور ناقابل عمل ہوگا۔

یہ صرف ایک مطلق العنان حکمراں [شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں امیر المؤمنین:

راقم) کے لیے ہی ممکن ہے کہ وہ منصوبوں کو جامع اور واضح انداز میں ان کی جزئیات کے ساتھ اس طرح روبعمل لائے کہ سیاسی نظام کے کل پرزوں میں اختیارات کی تقسیم ہو سکے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی ملک کے لیے بہترین نظام حکومت صرف وہی ہو سکتا ہے جس میں طاقت کا ارتکاز ایک ذمہ دار فردِ واحد کے ہاتھ میں ہو۔''

(پہلی دستاویز، سیاسیات بمقابلہ اخلاقیات: 80)

مسلمانوں نے جمہوری نظام اپنا کر اور خلافت سے محروم ہو کر کیا کھویا اور کیا پایا؟ اور اب بھی اس شیطانی طرزِ حکومت کو اپنائے رہے تو ان کا انجام کیا ہو گا؟ یہودی دانشور اس بارے میں کچھ یوں کہتے ہیں:

''آزاد خیالی کے تصور نے آئینی طرز پر چلنے والی حکومتوں کو جنم دیا اور ان حکومتوں نے اس ادارے کی جگہ لے لی جو غیر یہود کے حقوق کا واحد محافظ تھا یعنی مطلق العنان حکمراں۔ (مسلمانو! کیا تمہیں اب بھی نظام خلافت کی برکات اور اس کے برحق ہونے اور اس کے قیام کے واجب ہونے میں شک ہے۔ راقم) آئینی حکومت جیسا کہ آپ کو معلوم ہے نفرتوں، غلط فہمیوں، جھگڑوں، اختلاف رائے، بے معنی احتجاج اور جماعتی انا کی تسکین کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک جملے میں اس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے: ''یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو ہر اس چیز کی خدمت کرتا ہے جو مملکت کی استعداد کے تشخص کو نیست و نابود کرتی ہے۔'' درحقیقت ان ہی وجوہات کی بنا پر اکثر ملکوں میں بادشاہت کو معزول کیا جا چکا ہے اور اس کے بعد ہی جمہوری حکومتوں کے قیام کا ایسا امکان پیدا ہو سکتا ہے کہ اسے روبعمل لایا جا سکے۔ اس کے بعد ہم نے حکمرانوں کے بدلے، صدر کی شکل میں انہیں کاٹھ کا الو دے دیا جو عوام میں سے چنا جاتا ہے اور ان کٹھ پتلیوں کا منتخب کردہ ہوتا ہے جو ہمارے غلام ہیں۔ یہ اس بارودی سرنگ کی بنیاد تھی جو ہم نے غیر یہودی حکومتوں کے نیچے بچھائی بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ تمام غیر یہودیوں کے نیچے بچھائی تھی۔

عوام جب یہ دیکھیں گے کہ آزادی کے نام پر ہر قسم کی مراعات حاصل کی جا سکتی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہیں تو وہ بزعم خود یہ سمجھنے لگیں گے کہ انہوں نے اپنی حاکمیت خود اپنے زور بازو سے حاصل کی ہے...... لیکن اسی کوتاہ بینی اور کور چشمی کی وجہ سے انہیں قدم قدم پر ٹھوکریں کھانی پڑیں گی اور پھر انہیں کسی راہبر کی تلاش ہوگی۔ اب پچھلی صورت حال پر واپسی کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہوں گے اور اس طرح کلی اختیارات ہمارے قدموں تلے آ جائیں گے۔ آپ کو فرانسیسی انقلاب یاد ہے۔ اسے ہم نے انقلاب عظیم کا نام دیا تھا۔ اس انقلاب کی تیاری کے رازوں سے صرف ہم ہی واقف تھے اور سب کچھ ہمارا ہی کیا دھرا تھا۔

اس وقت سے لے کر آج تک ہم عوام کو مسلسل یکے بعد دیگرے محرومیوں اور ناامیدیوں سے دوچار کر رہے ہیں تا آنکہ آخر میں وہ ہم سے بھی بددل ہو کر اس مطلق العنان بادشاہ کی اطاعت قبول کر لیں جو صہیونی نسل سے ہوگا اور جسے ہم دنیا کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں ہم ایک بین الاقوامی طاقت کی حیثیت سے ناقابل تسخیر ہو چکے ہیں۔ اگر کوئی ملک ہمارے اوپر حملہ آور ہو تو دوسرے ممالک ہماری مدد کرنے کو دوڑ پڑتے ہیں۔'' (تیسری دستاویز، تسخیر کا طریق کار: 93، 94)

بات جمہوریت تک رہتی تو بھی نسبتاً غنیمت تھی کہ اس کے ساتھ ''اسلامی جمہوری'' کا لاحقہ لگ سکتا تھا، لیکن یہود نے اگلے مرحلے میں لادین جمہوریت کا نظریہ پیش کیا۔ اس مرتبہ انہوں نے اس نظریے کے ذریعے بادشاہت اور مذہب دونوں کو مٹا دیا۔ جمہوریت کے ساتھ لادینیت کے رجحانات پیدا کرنے سے یہود کا مقصود یہ تھا کہ وہ انسان کو عقل کی نگری میں لے جائیں تاکہ ہر شخص جو دو آنکھیں، دو کان، دو ٹانگیں، ایک پیٹ اور ایک سر رکھتا ہے اپنی عقل سے گرد و پیش کا جائزہ لے، اپنا فیصلہ صادر کرے، اپنا حق مانگے۔ بچہ جوان کے خلاف اور جوان اپنے بزرگوں کے خلاف اعلان جنگ کرے۔ ماں باپ کا، اولاد سے تسلط اور نگرانی کا حق اُٹھ جائے کہ انہیں اپنے بچوں پر عقلی اور اخلاقی فوقیت رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ خاندانی نظام کی بنیادیں مسمار ہو جائیں۔ بڑوں کی سرپرستی اور نگرانی کا سایہ ختم ہو جائے۔ یہاں تک کہ دنیا بھر کی قومیں اپنی مذہبی اقدار، تہذیبی روایات اور سماجی نظم و ضبط

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سے کٹ گئیں اور اس کے ساتھ ہی انسان کو خلافت و بادشاہت اور پیغمبرانہ تعلیمات کا جو علیہ خدا نے بخشا تھا، نابود ہو گیا۔ اب انسان دنیا کے دوسرے جانوروں کی طرح ایک جانور ہے جس کا فطرت اور مافوق الفطرت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حیوانیت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسانیت کی وہ قدریں بھی مفقود ہو گئیں جنہوں نے انسان کو ہوا و ہوس، شیطنت، خود غرضی، لالچ اور شہوت پر قابو دلا کر فرشتوں سے برتر کر دیا تھا۔ اب وہ ایک معاشرتی جانور ہے جس کی غرض اپنے پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو بہتر سے بہتر طریقے سے پورا کرنا اور چندروزہ زندگی میں زیادہ سے زیادہ لذتیں سمیٹنا ہے۔ اس سے آگے کچھ نہیں اور یہ انسانی پستی اور گراوٹ کا وہ مقام ہے جہاں تک انسان غاروں اور جنگلوں کے دور میں بھی نہیں پہنچا تھا۔

لادینیت کی اشاعت کی تحریک یہود کو اس طرح سوجھی کہ یورپ میں عیسائیت انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی، لہٰذا انہوں نے اس کا قلع قمع کرنے کی ٹھانی اور اس کے لیے یہودی دانشوروں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے اعتراضات نکالے کہ عیسائیت کو جدید معاشرے سے دیس نکالا دے کر چھوڑا۔ اسے چرچ میں پناہ لیتے ہی بنی۔ موجودہ عیسائیت چونکہ تحریف شدہ اور پادریوں کی ناقص عقلوں کی گھڑی ہوئی تھی، اس لیے شاطر یہودی عالموں کی تنقید کی مار نہ سہہ سکی۔ چنانچہ یورپ کی وہ قومیں جنہیں عیسائیت جان سے پیاری تھی اور جو کبھی اس کے لیے مسلمانوں سے جنگیں کرتے پھرتے تھے، کبھی یہود کو کاٹتے نوچتے تھے، اب اس کے نام سے شرمسار ہونے لگے۔ اب جمہوریت اسی عیسائی دنیا میں رائج ہے جہاں کی بھاری اکثریت آج بھی بائبل اور یسوع مسیح پر ایمان رکھتی ہے اور مردم شماری میں خود کو عیسائی کہتی ہے لیکن جسے اپنے نظامِ حکومت کو عیسائیت سے منسوب کرتے ہوئے عار آتی ہے۔ آج بھی ان ملکوں کے مبلغ افریقا اور ایشیا کے دوردراز علاقوں میں لوگوں کو مسیحیت کی تعلیم دینے کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ آج بھی ان کے مشن غیر عیسائی ممالک میں اسکول اور کالج کھول کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں، لیکن خود یورپ اور امریکا میں ان کا یہ حال ہے کہ اپنی حکومتوں کو ''لادین جمہوریت'' کہلانا ان کے لیے باعث فخر ہے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اور اپنے مذہب کو نظام مملکت میں دخل انداز قرار دینا باعث ننگ و عار۔ یہود نے لادین جمہوریت کو ایسا رواج دیا کہ ان کا دوست بھارت بھی، جو ہندو مت میں اتنا کٹر ہے کہ اس میں گزشتہ ساٹھ سال سے بے بس مسلمان، تنگ نظر اور متعصب ہندوؤں کے مظالم سہہ رہے ہیں، اسی لادین جمہوریت کو اپنی پیشانی پر سجانا کمال انسانیت قرار دیتا ہے۔

عیسائیت پر یہودیوں نے عقلی و منطقی اشکالات کا جو دہانہ کھولا تھا وہ اپنے ساتھ خود ساختہ مسیحیت کو جب بہا کر لے گیا تو یہودیوں نے یہی وار مسلمانوں پر کرنا چاہا۔ انہوں نے اسلام کا بھی عرق ریزی سے مطالعہ کیا اور کرید کرید کر ایسے اعتراضات نکالے جو عقلیت پسندوں کو اسلام سے برگشتہ کر دیں اور وہ یہ سمجھنے لگیں کہ اسلام بھی عقل و منطق کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا، نہ جدید دور کے مسائل میں انسانیت کی رہنمائی کر سکتا ہے، لیکن اسلام چونکہ خالق کائنات کا بھیجا ہوا ابدی دین ہے اور اصلی حالت میں مسلمانوں کے پاس موجود ہے لہٰذا یہاں یہودیوں کو منہ کی کھانی پڑی اور ان کا وہ داؤ جسے کھیل کر انہوں نے عیسائیت کو یورپ کی عقل نگری میں چاروں شانے چت کر دیا تھا، یہاں کام نہ آسکا۔ علمائے اسلام تعقلیت کے اس طوفان کے سامنے سد سکندری بن کر کھڑے ہو گئے اور ٹھوس استدلالات کے ذریعے یہودیوں اور ان کے گماشتوں کے اشکالات کی دھجیاں اُڑا کر رکھ دیں۔ ماضی قریب میں مستشرقین نے اسلام پر رکیک اعتراضات کا جو طومار باندھ رکھا تھا، اب تھم گیا ہے۔ فجزا ھم اللہ عن سائر المسلمین خیراً.

بات جمہوریت سے ہوتے ہوئے ذرا دور چلی گئی...... لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج اسلام کے علاوہ کسی مذہب میں یہ صلاحیت نہیں کہ اس کے ماننے والے موجودہ دور میں اپنے مذہب کی روشنی میں اپنا نظام حیات طے کر سکیں یا اپنے مستقبل کا پروگرام بنانے کے لیے اس سے مدد لے سکیں۔ آج کا ہر آئین یا تو مذہب کو تسلیم ہی نہیں کرتا، اگر کرتا ہے تو سیاسیات، اقتصادیات و عمرانیات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے کر دین سے ''بالاتر'' ہو جاتا ہے۔

یہ امر اس حقیقت کا کھلا اعتراف ہے کہ یا تو ان مذاہب کو آج کے سیاسی و سماجی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مسائل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی جرأت نہیں یا پھر ان کے ماننے والے ایسے احساس کمتری میں مبتلا ہیں کہ ان کو اپنے مذہب کا دم بھرنے سے شرم آتی ہے۔ دونوں صورتوں میں فتح یہود کی ہے کہ انہوں نے دنیا جہان کو لادین جمہوریت کی ذلت قبول کرنے پر مجبور کر کے خود اپنے عقائد کو انتہائی سختی اور شدومد کے ساتھ اپنائے رکھا۔ اسپین میں یہودیوں کی ایک قسم آباد ہے جنہیں ''مرانو'' کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی حکومت کے خاتمے اور عیسائیوں کے برسراقتدار کے بعد انہوں نے حالات کے تقاضے کے تحت دکھانے کے لیے عیسائیت قبول کر لی۔ نیو کرسچین کہلائے، لیکن نسلاً بعد نسلٍ اپنے بچوں کے خون میں یہودیت ماں کے دودھ کی طرح داخل کرتے رہے۔ ان کے گھر چرچ بنے رہے اور کٹر متعصب عیسائی بھی ان کی ظاہرداری پر انگلی نہ اُٹھا سکے۔ تین سو سال تک ان کی یہ دو عملی چلتی رہی...... لیکن جیسے ہی حالات سازگار ہوئے انہوں نے علی الاعلان یہودی ہونے کا ڈھول پیٹ دیا۔

کہا جاتا ہے کہ اسپین میں چند یہودیوں نے قبول عیسائیت کے لیے رضامندی ظاہر کی تو پادری کو بلایا گیا۔ پادری کے آنے میں دیر ہوگئی۔ شام قریب تھی۔ ان یہودیوں نے غم و غصے کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ عیسائی حیران تھے کہ انہیں عیسائی بننے کی ایسی کیا جلدی ہے؟ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انہیں یہودی عقائد کے مطابق مغرب کی دعا پڑھنے میں دیر ہو رہی ہے۔

الغرض! یہ تھے یہود، دنیا کی عیار و مکار ترین قوم، جنہوں نے ساری دنیا کو جمہوریت کے سراب کے پیچھے سرگرداں کر رکھا ہے۔ ان سے بادشاہت کا نظام چھین کر اور انہیں مذہب کی تعلیمات سے بیزار کر کے اعلیٰ نظریات، اخلاقیات اور اقدار و روایات سے محروم کر دیا ہے۔ اس طرح دنیا کو گمراہی اور جہالت کی چادر اوڑھا کر جدیدیت اور ترقی پسندی کے خالی خولی نعرے دے دیے ہیں، جنہیں وہ سدھائے ہوئے جانوروں کی طرح گلا پھاڑ پھاڑ کر لگاتی رہتی ہے اور خود کو مہذب ترین سمجھتی ہے جبکہ فی الحقیقت وہ ایسی بدترین پستی اور پسماندگی میں مبتلا ہے جس سے اسلام کی روشن تعلیمات کے بغیر نکلنا ممکن نہیں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1